نظام اسلامی کی جدوجہد

مولانا عبدالمالک

ایک صاحب نے جماعت اسلامی کی جدوجہد پر کچھ سوالات اٹھائے' جن کا مولانا عبدالمالک نے تفصیل سے جواب دیا۔ اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ سائل کا موقف جواب میں ہی آگیا ہے۔ (مدیر)

"تبدیلی اقتدار (جو کہ دراصل حصول اقتدار کا دوسرا نام ہے) بذات خود اسلامی نظام کے قیام اور مسائل کے حل کی ضمانت فراہم نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو صالحین قرار دیتے ہوئے اقتدار کا اہل اور مستحق قرار دینا ہے۔ یہ ایسا عظیم فتنہ ہے جس کی بدترین مثال ہماری بدقسمت تاریخ میں جنگ جمل' جنگ صفین' واقعات کربلا وغیرہ کی صورت میں پہلے ہی سے موجود ہے۔ نہ معلوم کب تک ہماری نسلوں کو بزعم خود صالحیت اور اہلیت کے دعوے داروں کے ہاتھوں تبدیلی اقتدار (حصول اقتدار) کے لیے تختہ مشق بننا پڑے گا"۔ یہ آپ کا پہلا نکتہ ہے۔ آپ کے اس نکتے کا حاصل یہ ہے کہ حصول اقتدار اور تبدیلی اقتدار کے لیے کوشش کرنا فتنہ ہے۔ اور جنگ جمل' جنگ صفین اور واقعہ کربلا میں صحابہ کرامؓ نے جو کوشش کی وہ فتنہ تھی۔ آپ کی خواہش ہے کہ یہ کوشش جو فتنہ کی حیثیت رکھتی ہے' ختم کی جائے۔ آپ کے نزدیک جو گروہ صالحیت کی بنا پر اپنی جماعت کو اقتدار کے لیے پیش کرتا ہے وہ قرآن و سنت کی روشنی میں نااہل' غیر صالح اور غیر مستحق قرار پاتا ہے۔

دوسرے نکتے میں آپ فرماتے ہیں کہ "اعلاے کلمتہ اللہ کے حوالے سے واحد لائحہ عمل بنیادی اسلامی نظریے کو تسلیم کروانا' اسے سپریم لا قرار دلوانا اور اس کے حصول کے لیے تمام دینی جماعتوں اور تحریکوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنا بھی مطلوب ہونا چاہیے"۔ تیسرے نکتے میں آپ پہلے نکتے کے بالکل برعکس فرماتے ہیں کہ: "جہاں تک تبدیلی اقتدار کا تعلق ہے یہ مطلوب ضرور ہے لیکن مقصود ہرگز نہیں"۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ: "قرآن میں امارت کے قیام کے حوالے سے منکم کی شرط موجود ہے۔ یعنی امارت پر صرف ایسے اہل مسلم افراد مامور کیے جائیں جو مسلمانوں کی طرف سے (منکم) منتخب کیے جائیں"۔ اس کے لیے آپ جماعت کی طرف سے دفعہ ۶۲' ۶۳ کے مطابق انتخاب کے مطالبے کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن بائیکاٹ کو غلط قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "اس کے نتیجے میں اکثریت نے انتخاب کا بائیکاٹ کر دیا اور نواز

شریف بھاری مینڈیٹ کے دعووں کے ساتھ برسر اقتدار آگیا"۔ آپ کے نزدیک دفعہ ۶۲' ۶۳ شریعت کے مطابق انتخاب کی ضمانت نہیں دیتی بلکہ اس کے لیے انتخابی قوانین میں تبدیلی لانا ہو گی۔ اس تیسرے نکتے میں آپ نے دونوں نکتوں کے برعکس تبدیلی اقتدار کی ضرورت کو تسلیم کیا اور اسے قرآن کی ہدایت قرار دیا۔ قرآن کے مطابق اقتدار اہل لوگوں کو ملنا چاہیے اور اس کے لیے انتخابی قوانین میں تبدیلی لانی چاہیے' یہ آپ کے اس نکتے کا حاصل ہے۔ اگر آپ اس تیسرے نکتے کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ جماعت اسلامی کو اس بات کی تلقین کیوں کرتے ہیں کہ وہ صرف نظریاتی کام کرے' اور تبدیلی اقتدار کے لیے کوشش کو فتنہ کیوں قرار دیتے ہیں' یہ تضاد سمجھ سے بالاتر ہے۔

آپ ایک مرتبہ اپنے خط کو پڑھیں اور پھر آپ غور کریں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جماعت اسلامی صرف نظریاتی کام کرے' عملی سیاست میں حصہ نہ لے' انتخابی میدان دوسروں کے لیے خالی چھوڑ دے تاکہ حصول اقتدار کے لیے غلط کار لوگ' انگریز کے ایجنٹ' لادین یا لبرل لوگ ہی کوشش کرتے رہیں اور وہی کرسی اقتدار پر براجمان ہوں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو پھر آپ کے تیسرے نکتے پر کیسے عمل ہو گا؟ اہل لوگ میدان میں کہاں سے آئیں گے؟ انھیں میدان میں آنا چاہیے یا نہیں' وہ انتخابی میدان میں کودیں یا باہر رہ کر تماشا بین اور واعظ کا کردار ادا کریں؟--- آپ جس انداز سے سوچ رہے ہیں یہ سوچ واضح نہیں ہے۔ بہت سے لوگ آپ کی طرح گومگو کی پوزیشن میں ہیں جو دراصل فکری انتشار ہے۔ اس فکری انتشار کا حل یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے اجتہادات کو ایک طرف رکھ کر کتاب و سنت کی روشنی میں جماعت اسلامی کے نظریے کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اپنے خیالات و نظریات اور تجاویز و آرا اس کی روشنی میں ترتیب دیں۔ اس سلسلے میں آپ درج ذیل امور کو ملحوظ رکھیں تو امید ہے کہ آپ کو جماعت اسلامی کے موقف کے بارے میں اطمینان حاصل ہو گا۔

کائنات کا حکمران اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہی انسان کو اس کی تمام ضروریات فراہم کرتا ہے۔ اس لیے وہی اس بات کا حق دار ہے کہ انسان اس کی عبادت کرے' اس کے احکام کو مانے' اس کی حکومت قائم کرے (پاکستان کے دستور میں بھی اس نظریہ کو تسلیم کیا گیا ہے)۔ انبیا علیہم السلام کے ذریعے اللہ نے اپنا نظام حکمرانی نازل فرمایا اور انھیں حکمران بنا کر بھیجا ہے۔ انبیا علیہم السلام اللہ کی طرف سے نامزد حکمران ہوا کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے نظام اور اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت کے لیے نامزد کیا ہوتا ہے۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی حکومت قائم کرتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج (النساء ۴:۸۰) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی---- لیکن وہ انھیں غیب سے اور اپنی قدرت سے حکومت لے کر نہیں دے دیتا۔ حکومت حاصل کرنے کے لیے انھیں دعوت اور جہاد سے کام لینا ہوتا ہے۔ انبیا

علیہم السلام اپنی حکومت کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں، اور اس کے لیے بوقت ضرورت قتال بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء ۴:۶۴) ہم نے کسی بھی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے۔

سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول بھی تھے اور نامزد حکمران بھی۔ آپؐ نے کتاب و سنت کا نظام دیا اور اپنی زندگی میں خود حکومت کی اور اپنے بعد اپنی امت کو حکومت سپرد فرمائی۔ آپؐ کی امت، آپؐ کی نائب اور خلیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (ال عمرٰن ۳:۱۱۰) تم تمام امتوں سے بہترامت ہو جسے انسانوں کی امامت کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لائے ہو---- آپؐ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے نامزد حکمران ہے۔ اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ کافر کا اقتدار ناجائز ہے اور کفر کا اقتدار بھی باطل ہے۔ نظام اقتدار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسلامی نظام کو پسند فرما لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلاَمُ (ال عمرٰن ۳: ۱۹)۔ اور اس نظام کو چلانے کے لیے امت مسلمہ کو مقرر فرما دیا ہے۔

امت مسلمہ کا کام ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اقتدار کے لیے کوشش کرے۔ امت مسلمہ کا اقتدار نبیؐ کی خلافت اور نیابت ہے، اور کتاب و سنت کی حکمرانی حکومت الٰہیہ کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے منصب کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے ایسا کیا۔ اس وقت دنیا میں ۶۰ کے قریب جو مسلمان ممالک ہیں وہ امت مسلمہ کے جہاد کا نتیجہ ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ امت مسلمہ تو اقتدار اور خلافت کے لیے نامزد ہو گئی لیکن اس امت میں حکومت کی تشکیل کیسے ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امت مسلمہ میں حکومت، امت مسلمہ کے انتخاب کے ذریعے عمل میں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تو اقتدار کے لیے نامزد کر دیا ہے لیکن اس کے کسی فرد کو کسی بھی دور میں حکومت کے لیے نامزد نہیں کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ خلفائے راشدین بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد نہیں تھے بلکہ امت مسلمہ کے منتخب کردہ تھے۔ ان کے بعد بھی کوئی نامزد نہیں ہے بلکہ منتخب ہو گا۔ البتہ صفات کے لحاظ سے تعین کر دیا گیا ہے کہ امت ان صفات سے متصف افراد میں سے کسی کا انتخاب کرے اور جو ان صفات سے متصف نہ ہو اس کا انتخاب معتبر نہ ہو گا۔ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرہ ۲: ۱۲۴) میرا وعدہ ظالموں سے نہیں ہے---- ظالم خلیفہ، امیر، قاضی اور حاکم نہیں ہو سکتا (ابوبکر جصاص)۔

اس بات پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ شیعہ حضرات امامت کو نامزد قرار دیتے ہیں اور امام ان

کے نزدیک معصوم ہوتا ہے۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک امامت انتخاب سے وجود میں آتی ہے۔ یہ بنیادی نظریہ ہے جو شیعہ اور اہل سنت والجماعت میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ آیت وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (البقرہ ۲: ۳۰) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس آیت سے ایک اصول یہ نکلتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ اللہ جل مجدہ کے لیے ہے۔ دوسرا اصول یہ نکلتا ہے کہ اللہ کا نبی اور رسول، اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ تیسرا اصول یہ نکلتا ہے کہ امت مسلمہ میں حکومت انتخاب کے ذریعے قائم ہوگی۔ انتخاب کے ذریعے اسلامی حکومت کا قائم ہونا قرآن پاک کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ ان آیات میں سے ایک آیت سورۃ شوریٰ کی ہے کہ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ ۴۲: ۳۸) "ان کی حکومت باہمی مشورے سے قائم ہوتی ہے"۔ اسی اصول کی روشنی میں جو قرآن پاک کی آیات سے مستنبط اور ثابت ہے اور جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، ضروری تھا کہ خلافت راشدہ کے بعد بھی خلافت اور امامت مسلمانوں کے مشورے اور انتخاب سے عمل میں آتی۔ باپ کے بعد بیٹے کی حکومت کا سلسلہ قائم نہ ہوتا لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ اسلام کا یہ ایک حکم خلافت راشدہ کے بعد معطل ہوگیا۔ لیکن امت اس سے غافل نہیں رہی۔

صحابہؓ کے دور سے لے کر ہر دور میں خلافت اور مسلمانوں کے مشورے سے حکومت قائم کرنے کے لیے جدوجہد ہوتی رہی اور امربالمعروف کا فرض ادا ہوتا رہا۔ جن لوگوں نے اس اصول کو قائم کرنے کے لیے کوشش کی انھوں نے اسلام کے حکم کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے ذاتی اقتدار کے لیے کوشش نہیں کی۔ جنگ جمل و صفین تو صحابہؓ کے درمیان غلط فہمی کا نتیجہ تھیں اور کربلا کا واقعہ حصول اقتدار کے فتنے کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے حکم قرآنی کے مطابق حکومت قائم کرنے کی پرامن کوشش تھی۔ ظلم ان لوگوں نے کیا جنھوں نے اس حکم کے لیے کوشش کرنے والی شخصیت حضرت امام حسینؓ پر فوج کشی کر کے انھیں شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد بنو امیہ، بنو عباس اور بنو عثمان کی حکومتیں قائم ہوئیں جو خلافت کے نام سے ملوکیت تھیں۔ ان میں نظام تو کتاب و سنت کا جاری تھا لیکن حکومت انتخاب سے نہیں بلکہ خاندانی وراثت کے طور پر وجود میں آتی تھی۔ اسی ملوکیت کا نتیجہ بالآخر سقوط بغداد اور سقوط خلافت کی صورت میں سامنے آیا۔

آج صورت حال یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست ۶۰ کے قریب مملکتوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ ریاست کا جو نظام اسلام کی شکل میں رائج تھا، معطل ہوگیا۔ بعض ممالک (جیسے ترکی) میں اسلام خلاف قانون ہوگیا، اور اقتدار ان لوگوں کے پاس آگیا جو کتاب و سنت کی رو سے اقتدار کے لیے اہلیت نہیں رکھتے۔ اب مسلمانوں کو ایک طرف تو خلافت اسلامیہ کو بحال کرنا ہے اور اس کے لیے اسلام کی بنیاد پر ممالک اسلامیہ کو متحد کرنا ہے اور دوسری طرف اپنے اپنے ملک میں ایسی حکومت قائم کرنا ہے جو قرآن پاک کے بیان کردہ معیار پر پورا اترنے والی ہو جسے ہم شرعی حکومت کہہ سکیں۔ یہ وہ کام ہیں جو ہمیں کرنے ہیں۔ یہ صرف

۱۱۱۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی حسین احمد

امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حوالہ: ۱۹ / ۵ / ۹۹

تاریخ: ۲ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء

مکرمی و محترمی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ ترجمان القرآن نے تحریک اسلامی میں ہمیشہ رہنمائی کا کردار ادا کیا ہے۔ سید مودودی کی اس یادگار کو ہمارے محترم بھائی خرم مراد نے ظاہری اور باطنی محاسن سے آراستہ کر کے مقبول عام بنایا۔ اب پروفیسر خورشید احمد کی ادارت میں، جنھیں جماعت اسلامی میں علمی اور فکری لحاظ سے رہنمائی کا مقام حاصل ہے، مسلسل پیش رفت کر رہا ہے۔

خرم بھائی نے کئی بار کہا کہ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے حصے کا کام کرے اور ہر اس شخص تک ترجمان القرآن پہنچائے جس تک اسے پہنچنا چاہیے، تو اس کی اشاعت کا ایک لاکھ تک پہنچنا ایک قابل حصول ہدف ہو گا۔

ترجمان القرآن کی جانب سے اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۹ء میں اشاعت میں اضافہ کی خصوصی مہم چلائی جا رہی ہے۔ میری ہر کارکن سے اور نظم کی کسی بھی سطح کے ہر ذمہ دار سے یہ اپیل ہے کہ وہ جماعت اسلامی کے منصوبہ عمل میں، تحریکی رسائل کے بارے میں طے شدہ نکات کو سامنے رکھ کر اپنے لیے منصوبہ بنائیں اور واضح اہداف متعین کریں کہ وہ اشاعت کو کتنا بڑھا سکتے ہیں۔ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی جانب سے بھی آپ کو ہدایات ملیں گی، انھیں پیش نظر رکھیں۔

ترجمان کی اشاعت میں اضافہ ہمارے دعوتی کام میں اضافہ ہے۔ جہاں یہ پہنچے گا ہماری دعوت کے لیے قلوب و اذہان کو مسخر کرے گا۔ کارکنوں کی تربیت میں اس کا واضح کردار ہے۔ اس کا باقاعدہ مطالعہ کرنے والے ہمارے بہتر کارکن ہوتے ہیں۔ اس مہم پر اپنے مالی وسائل صرف کرنے میں تساہل نہ برتیں۔ یہ رسالہ ہمیں نئے انسانی وسائل فراہم کرے گا اور ہماری سرمایہ کاری کئی گنا ہو کر واپس ملے گی۔

اور آخرت کا اجر تو ہے ہی۔ اور وہی بہتر اور باقی رہنے والا اجر ہے۔

والسلام

(قاضی حسین احمد)

کوئی کتنے ہی اعلیٰ منصب پر ہو
کتنا ہی عام سا آدمی ہو
ہم ہر ایک سے
اگر وہ ترجمان القرآن کے پیغام میں دلچسپی رکھتا ہے
تعاون کی امید بلکہ یقین رکھتے ہیں
زبانی کلامی نہیں...... عملی!!

آپ ارادہ کر لیں کہ اشاعت بڑھانا ہے

تدابیر آپ کو خود سوجھیں گی
آپ کا ارادہ نہ ہو'
ہماری بتائی تدبیریں رکھی رہ جائیں گی

ہم صرف لالچ دے سکتے ہیں

صرف ۱۵۰ روپے میں' ۱۲ ماہ تک ۸۸ صفحات کا معیاری نگارشات کا مجموعہ
برا سودا نہیں!
کسی کو ہدیہ کریں...... ۱۲ ماہ آپ کی اچھی یاد دلائے گا
مطالعہ سے کسی کی زندگی بدلے' کوئی نیکی کرے' آپ کا بھی اجر میں حصہ ہو گا
اس صدقہ جاریہ کے اجر کی انتہا نہیں

پھر کوشش میں کمی کیوں کریں؟

اپنا ہدف طے کیجیے : ۱' ۵' ۱۰' ۲۰' ۵۰ ــــ کچھ بھی ناممکن نہیں۔
صرف نیت' ارادہ اور کوشش شرط ہے۔